سُوۡرَةُ النِّسَاء کی تفسیر Lesson 6: An-Nisa (Ayaat 36-50): Day 18

آیت 43 کا شانِ نزول یہ ہے کہ چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہاء کو پہنچ چکا تھا اس لئے اسے تدریجاً حرام کیا گیا۔ (اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو" کے نازل ہونے سے شراب حرام ہو گئی، لیکن یہ تحریم جزئی تھی، اللہ نے ان پر شراب کو صرف نماز کے وقت حرام کر دیا، تا کہ وہ نشہ میں مدہوش نہ ہوں اور نماز کے اوقات میں بیدار رہیں، مسلمان رات کو اور نماز کے اوقات کے علاوہ شراب پیتے تھے۔ سورۃ البقرۃ (آیت: 219) میں شراب اور جوئے کے بارے میں محض اظہارِ ناراضگی فرمایا گیا تھا کہ اِثۡمُهُمَا اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا. "ان کا گناہ کا پہلو نفع کے پہلو سے بڑا ہے۔" اب اگلے قدم کے طور پر شراب کے اندر جو خباثت' شناعت اور برائی کا پہلو ہے اسے ایک مرتبہ اور اجاگر کیا گیا کہ نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جایا کرو۔ جب تک نشہ اُتر نہ جائے اور تمہیں معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اُس وقت تک نماز نہ پڑھا کرو۔ چونکہ شراب کی حرمت کا حکم ابھی نہیں آیا تھا لہٰذا ایک روایت کے مطابق کچھ صحابہ کرامؓ نشے کی حالت ہی میں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور کچھ کا کچھ پڑھ گئے۔ کہ کسی نے نشے میں نماز پڑھائی اور "لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ" کے بجائے "اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ" پڑھ دیا۔ اس پر خاص طور پر یہ آیت نازل ہوئی: حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ. کے الفاظ قابلِ غور ہیں کہ جب تک کہ تم شعور کے ساتھ سمجھ نہ رہے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو! اس میں ایک اشارہ ادھر بھی ہو گیا کہ بے سمجھے نماز مت پڑھا کرو! یہ شراب کی مکمل حرمت سے پہلے کا حکم ہے۔

لیکن آپ یہ بات نوٹ کریں کہ اصحابؓ اگرچہ نشے میں تھے لیکن یہ یاد تھا کہ نماز پڑھنی ہے۔ لوگوں کا ذہن بنایا جارہاہے۔ یہ شراب کی حرمت پر دوسرا حکم ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۔۔۔

" اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔۔۔"

اب یہ دیکھیں کہ کیونکہ اُس وقت شراب حرام نہیں تھی اس لئے پیتے تھے۔ جب حرام ہوگئی تو چھوڑ دی۔ اب اگر کوئی گناہ کرتا ہے جیسے ہی پتا چل جائے تو چھوڑ دیں۔ انشاء اللہ آپ کی پکڑ نہیں ہوگی اور دوسرا یہ کہ گناہ چھوڑنے کا اَجر بھی ملے گا۔ اُس کا مقام بھی بلند ہوگا کہ اللہ کا حکم اپنی پسند سے اوپر آ گیا۔ اللہ کو بندے کی اطاعت بہت پسند ہے۔ جیسے ہی حکم ملے جائے فوراً گناہ چھوڑ دیں اُسی بات کا اَجر ملے گا۔ چاہے غیبت ہو یا جوُا یا سود۔

یہاں سے یہ بات بھی پتا چلتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جونہی جیسا حکم ملتا فوراً عمل کرتے تھے۔

ایک بات ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ کہ کسی کی بُرائی چھڑوانی ہو تو آہستہ آہستہ اور حکمت سے چھُڑوائی جائے۔ جیسے ڈاکٹر تھوڑی دوا لیکن کچھ کچھ گھنٹوں بعد دیتا ہے۔ دین کے داعی کو بھی یہی حکمت اپنانی چاہئیے۔ اگلی بات ہم یہ سیکھتے ہیں کہ نماز کے دوران ہمیں صرف یہ ہوش رہنی چاہئیے کہ ہم اللہ سبحان و تعالیٰ سے کیا بات کررہے ہیں۔ ہمیں اردگرد کو بھول جانا چاہئیے۔ نشے میں سرور ہے لیکن نماز میں بندہ مسرور ہوتا ہے۔

اب آگے اللہ تعالیٰ نے عقلی نجاست (نشہ) سے بدنی نجاست (جنابت) کی بات کی ہے۔ پھر جنابت سے پاکی اور تیمم کی بات کی گئی ہے۔ جب ہم اس دین میں آتے ہیں تو اللہ کا حکم سُن کر مان جائیں۔ کوئی بحث کی ضرورت نہیں۔

حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ ۔۔۔ یہ اس آیت کا خاص پیغام ہے۔ شراب کے نشے میں آکر پتا نہیں چلتا کہ بندہ کیا کہہ رہا ہے۔ یعنی ایک تو مد ہوشی کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آرہا اور غلط سلط پڑھ رہے ہیں تو اس سے روکا جارہا ہے' اور ایک سمجھتے ہی نہیں کہ نماز میں کیا پڑھ رہے ہیں۔ قرآن کہہ رہا ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کہہ کیا رہے ہو۔ اب جنہیں قرآن مجید کے معنی نہیں آتے' نماز کے معنی نہیں آتے' انہیں کیا پتا کہ وہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں!

حدیث کا خلاصہ: ان لک من صلاتک ما حضر فی قلبک۔ یعنی تیرے لئے تو نماز کا وہی حصّہ ہے جب تیرا دل حاضر تھا۔

ہمیں پوری توجہ اور دھیان سے شعور کے ساتھ نماز پڑھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ نماز کو سمجھیں، معنی سمجھیں۔ نیند کا غلبہ ہو تو نماز نہ پڑھیں۔ کچھ دیر سو کر پھر اُٹھ کر نماز پڑھیں۔ حالات دیکھ لیں۔ جب لگے کہ بہت تھکے ہوئے ہیں تو نماز چھوڑیں نہیں لیکن مختصر سورتوں والی چھوٹی نماز پڑھ لیں۔ ٹھنڈے پانی سے وضو کریں۔ دوسروں کے سامنے نماز پڑھیں اس طرح ہم خیال رکھتے ہیں۔ یہ آپ کا نفس کے ساتھ جہاد ہے۔

جب کبھی نماز کا وقت قریب ہو تو بستر پر نہ سوئیں صوفے یا قالین پر کچھ آرام کر لیں۔

ایک روایتؐ ہے کہ تین لوگوں سے باز پُرس نہیں ہو گی۔ بچّہ، سویا ہوُا جب تک جاگ جائے یا مکمل بے ہوش شخص۔ دیوانہ۔(ذہنی مریض)۔ (اگر بھول گئے ہیں تو یاد آنے پر اور اگر سو گئے تو اُٹھتے ہی فوراً نماز پڑھیں۔)

نماز اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ جب دل حاضر نہ ہو تو کیسے بات ہو گی؟ اپنے اوپر لے کر دیکھیں کہ کوئی ہماری بات دھیان سے نہ سُنے تو ہمیں کیسا لگے گا؟

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىۡ سَبِيۡلٍ حَتّٰى تَغۡتَسِلُوۡا‌ؕ اور حالتِ جنابت میں بھی باستثناء تمھارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کر لو اور۔۔۔

جُنُبًا یہ لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نماز سے روکنے والی دوسری چیز جنابت ہے۔ اگر تم نے اپنی بیویوں سے مباشرت کی ہو یا احتلام (یعنی سوتے میں منی جسم سے خارج ہو جائے) وغیرہ کی شکل ہو گئی ہو تب بھی تم نماز کے قریب مت جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو۔ ''اِلَّا عَابِرِىۡ سَبِيۡلٍ'' کے بارے میں بہت سے قول ہیں۔ بعض فقہاء اور مفسرین نے اس کا یہ مفہوم سمجھا ہے کہ حالتِ جنابت میں مسجد میں نہ جانا چاہیے' اِلّا یہ کہ کسی کام کے لیے مسجد میں سے گزرنا ہو' جبکہ بعض نے اس سے مراد سفر لیا ہے۔

یاد رکھیں کہ اس کا مسئلہ حیض اور نفاس سے مختلف ہے۔

غسل کرنے سے سُستی کی کیفیت جاتی رہتی ہے۔ جذبات بھی بدل جاتے ہیں۔

گندگی دو طرح کی ہے۔ حدثِ اکبر۔ جنابت۔ احتلام۔ نفاس، حیض۔ اس کے لئے غسل لازمی ہے۔

دوسری حدثِ اصغر۔ یعنی پیشاب، پاخانہ، ہوا خارج ہو گئی۔ یا لیکوریا۔ اس کے لئے وضو لازمی ہے۔

کوشش کریں جلدی غسل کر لیں۔ لیکن اس کی حد یہ ہے کہ اگلی نماز سے پہلے پاک ہو جائیں۔

ذہن میں رکھیں کہ موت کسی وقت بھی آسکتی ہے اس لئے پاک صاف رہیں۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰٓى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآٮِٕطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۴۳﴾ اگر تم بیمار ہو یا حالتِ سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بی بیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی (اس زمین پر دوبارہ ہاتھ مار کر) اپنے چہروں اور ہاتھوں پر (ہاتھ) پھیر لیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں۔ (۴۳)

بیماری کیسی جس میں وضو کرنے سے تکلیف بڑھنے کا ڈر ہو۔ سفر یا حضر کی حالت جب پانی نہ ہو۔ آپ کے گھر میں نہیں۔ کوشش کریں کہ پانی مل جائے لیکن اگر نہیں مل سکتا تو پھر تیمم ہے۔

الۡغَآٮِٕطِ : غ و ط۔ گہرائی۔ قضائے حاجت یعنی ٹوائلٹ سے فارغ ہو کر آئیں۔ حدثِ اصغر

اَوۡ لٰمَسۡتُمُ : یعنی میاں بیوی کے تعلقات سے فارغ ہوئے ہوں۔ حدثِ اکبر

یعنی وضو کرنا ہو یا غسل کی ضرورت ہو دونوں صورتوں میں تیمم کر لیں۔

فَتَيَمَّمُوۡا : ی م م: ارادہ یا نیت کر لیں۔ کہ میں اپنے آپ کو پاک کر رہی ہوں۔ پاک مٹی سے تُراب، یعنی مٹی، ریت، پتھریلی زمین والی، کھڑکی پر پڑی ہوئی گرد سے بھی ہو جائے گا۔

سورہ مائدہ میں بھی تیمم کی آیات ہیں۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دونوں ہاتھ پاک مٹی پر ایک دفعہ مارنے ہیں اُس کے بعد ہاتھوں پر جو مٹی ہے اُس کو پھونک مار کے ہٹا دینا ہے اگر ایک دفہ پھونک مارنے سے بھی مٹی نہیں اُترتی تو دو یا تین بار بھی پھونک مار سکتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ منہ پر ملتے ہیں جس طرح وضو کرتے وقت ملتے ہیں اُس کے بعد ہاتھوں کو ملنا ہے۔ ملنا اِس طرح ہے جس طرح ہم ہاتھ دھوتے ہیں۔ اس کو تیمم کہتے ہیں۔ دونوں ہاتھ کو ہاتھ کی ہڈی تک یا پھر کہنیوں تک۔

جب پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی ہمارے لئے پاکیزگی کا ذریعہ بنا دی گئی۔ اسلام کے یہ احکام 14 سو سال پہلے دیئے گئے۔ لیکن اب تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مٹی میں جراثیم مارنے والے اجزاء موجود ہیں۔ بچوں کو مٹی سے کھیلنے دیں۔ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو مٹی سے مل کر صاف کر لیں۔ غسل کے لئے بھی تیمم کافی ہے۔ یعنی صرف ہاتھ اور منہ پر مل لیں۔

کتاب الطہارہ میں مزید تفصیل ملے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے اُسے پتا ہے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ اُس نے مٹی میں ہمارے لئے فائدے رکھ دیئے۔ یہ آیات ہماری رہنمائی کے لئے آئی ہیں۔

آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ جو لوگ قرآن پاک کو صرف وظیفوں اور برکت والی کتاب سمجھیں گے کہ وہ تیمم یا ایسی ہی اور آیات سے فائدہ اُٹھا سکیں گے؟ یہ کتاب رحمت بھی ہے، برکت والی بھی اور ہمارے لئے ہدایت بھی۔ اس کا پڑھنا، سُننا، سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا اور اپنے عمل میں لانا لازم ہے۔

یہاں سے موضوع تبدیل ہو رہا ہے؛ یہاں سے اہلِ کتاب کے بارے میں بات ہو رہی ہے اور اشارہ علمائے یہود کی طرف ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِيۡلَ ؕ

﴿۴۴﴾ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک (بڑا) حصہ ملا ہے وہ لوگ گمراہی کو اختیار کر رہے ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بے راہ ہو جاؤ۔ (۴۴)

یہ اپنی مرضی سے اپنی کتاب میں کمی بیشی کرتے رہتے اور پھر کہتے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور جس کتاب سے لوگوں نے ہدایت اور رہنمائی لینی تھی اُس سے اُن کو گمراہ کرتے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ کو بھی بہکانا چاہتے ہیں۔

ان آیات کا پچھلی آیات سے تعلق اس طرح ہے کہ مندرجہ بالا آیات کو عام لوگوں تک پہنچانا علماء دین کا کام ہے۔ اللہ کے صحیح دین کو عام لوگوں تک پہنچانا علمائے دین کا فریضہ ہے۔

جب اللہ کے دین کو عام کرنا مقصد ہوتا ہے تو اللہ کے دین پر عمل کرنے والی باتیں لوگوں تک پہنچائی جاتی ہیں لیکن جب کچھ اور مقاصد ہوں تو پھر فقہی باتیں اور تفرقہ بازی عام کی جاتی ہے۔

یہود کو "جن کو کتاب کا ایک (بڑا) حصہ ملا ہے" ملا تھا۔ ہمیں اللہ کی پوری کتاب مکمل دین دیا گیا ہے اور ہم سے فرمایا جارہا ہے کہ یہود کے علماء سے عبرت حاصل کریں۔ تورات مکمل شریعت نہیں تھی۔ صرف اُسی دور کے لئے تھی۔ کچھ احکامات بعد میں انجیل میں آئے اور ہمیں پوری کتاب ملی۔

دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ کتاب کو صرف پڑھ کر چھوڑنا نہیں اس پر عمل بھی کرنا ہے۔

پڑھنا ایک حصّہ ہے اور عمل کرنا دوسرا حصّہ ہے۔

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ " یہود چاہتے تھے کہ اللہ کے نبیؐ اللہ کے دین پر عمل نہ کریں۔ وہ خود بھٹک گئے تھے ۔انہوں نے دین میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں کی ہوئی تھیں۔ وہ اب ڈر رہے تھے کہ اللہ کے نبیؐ سب کو صحیح دین سکھا دینگے اور اُن کی بے عزّتی بھی ہو گی اور لوگ انہیں چھوڑ دینگے۔

صراطِ مستقیم کا متضاد راستہ تضلوا السبیل ہے۔ سبیل سیدھا اور ظاہری طور پر آسان راستہ ہے۔ مستقیم مشکل راستہ ہے۔ وہ اللہ کے نبیؐ سے خود بھی کوئی نہ کوئی سوال پوچھتے رہتے بلکہ لوگوں کو آپؐ کے پاس بھیجتے کہ یہ پوچھ کر آؤ۔ اللہ کے نبیؐ سچّے انسان تھے وہ اللہ کی بات صحیح لوگوں تک پہنچا دیتے۔ لیکن یہود کے دلوں میں کھوٹ تھا۔ اللہ اپنے نبیؐ کو ان دشمنوں سے آگاہ کر رہے ہیں۔ ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ مومن بھولا بھالا ہوتا ہے۔ عقل مند تو ہوتا ہے لیکن کسی چالاکی ہوشیاری میں نہیں پڑتا۔ وہ اللہ کی بات سن کر اس کی اطاعت کرتا ہے، بحث نہیں کرنے لگتا نہ ہی کوئی عقلی دلیل مانگتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ اور اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ تعالیٰ کافی حامی ہے۔(۴۵)

عربی کا محاورہ ہے کہ جیسا انسان خود ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے۔ جو خود سچّ بولتا ہے اُسے سب سچّے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو دشمنوں سے اگاہ کر رہا ہے۔ اَعْلَمُ اس کا یہ بھی معنی ہے کہ اللہ ان سے خود نپٹ لے گا۔ اللہ کی دوستی اور حمایت کافی ہے۔ جو اللہ کے راستے پر نکلا ہے تو اللہ بہترین مددگار ہے۔ اللہ کا کام کرتے رہیں۔ اللہ آپ کی حفاظت کرنے والا ہے۔

جو فتنے اُٹھاتا ہے اللہ اُن سے خود نپٹ لے گا۔ اسی طرح اللہ نے مدینہ کو یہودیوں اور منافقوں سے پاک فرما دیا تھا۔ صرف مخلص لوگ اللہ کے نبیؐ کے ساتھ رہ گئے تھے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ یہ لوگ جو یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور یہ کلمات کہتے ہیں سَمِعْنَاوَ عَصَيْنَا اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے اور اگر یہ لوگ یہ کلمات کہتے سَمِعْنَاوَ اَطَعْنَا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ بات اُن کے لیے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی مگر اُن کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی۔ (۴۶)

پچھلی آیات میں اللہ نے یہود کی دشمنی کا اشارہ دیا اور اس آیت میں ان کی خیانتوں کو ذِکر کیا ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ یعنی بدل دیتے ہیں۔ اور الْكَلِمَ یعنی کلمات کو۔ کلام سے مُراد پچھلی کتابیں تورات اور انجیل۔ دوسرا معنی نبی پاکؐ کی باتوں کو کسی دوسرے معنی میں بیان کرتے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے ہم اوپر بات کر رہے تھے کہ صحابہ کرامؓ نے شراب پی لی تھی اور نماز میں کچھ اور پڑھ گئے تو یہاں سے کوئی اتنی سے بات سُن کر باہر جا کر کہے کہ وہ تو کہتی ہیں صحابہ کرامؓ شرابی تھے۔ یا کسی اور رنگ میں معنی دیں۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ مجلس کی بات کو کسی اور معنی اور رنگ دے کر بات کرنا۔

اس لئے ہمارے لئے سبق ہے کہ کہیں بھی بات کرنے سے پہلے سوچیں کیا ہمیں یہ بات یہاں کرنی چاہئیے، موقع دیکھیں اور موقع کی مناسبت سے بات کریں۔ بات پوری کریں اور سمجھا بھی دیں۔

آج کل بعض اوقات میڈیا والے پنی مرضی کی بات کے منتخب حصّے ٹی وی یا سوشل میڈیا پر چلا دیتے ہیں۔ اور بات کو کوئی اور رنگ دیتے ہیں۔

"۔۔۔اور یہ کلمات کہتے ہیں سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا اس طور پر کہ اپنی زبانوں کو پھیر کر اور دین میں طعنہ زنی کی نیت سے۔۔۔۔

یعنی کچھ تو منافقت کرتے اور کچھ زبان کو پھیر کر دوسرے معنی والے الفاظ بولتے اور کچھ بد تمیزی سے کہتے سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا کہ سُن تو لیا ہے لیکن مانیں گے نہیں۔

اور تیسرا جُرم یہ تھا کہ اللہ کے نبیؐ کو اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ بد دُعا دیتے تھے کہ تمہاری بات نہ سُنی جائے۔ یعنی تم غیر مقبول ہو جاؤ۔ یہ غصّے کے مارے ایسی باتیں کرتے۔ اللہ کے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کے مرنے کی دعائیں کرتے۔ (نعوذ باللہ)۔ لیکن اللہ کے نبیؐ پر اللہ کی رحمت تھی۔

پھر وہ بد تمیزی کا طریقہ اپناتے اور کہتے۔ رَاعِنَا۔۔بیو قوف یا چرواہا۔

وہ اللہ کے نبیؐ کو اپنا حریف سمجھتے۔ مدِّ مقابل سمجھتے۔ حالانکہ اللہ کے نبیؐ تو دوست تھے۔

اگر مدینہ کے یہود اللہ کے نبیؐ کا ساتھ دیتے تو حالات بہت مختلف ہوتے۔ وہاں کے مقامی لوگ تو بہت جلد اسلام لے آئے۔ یہود کی وجہ سے وہاں اسلام کو بڑھانے اور پھیلانے میں دس سال لگ گئے۔

اسی لئے یہود کا پول کھول دیا گیا ہے۔ اگر وہ یہ کہتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا؛

اور اگر یہ لوگ یہ کلمات کہتے سَمِعْنَاوَ اَطَعْنَا اور اِسْمَعْ اور اُنْظُرْنَا تو یہ بات اُن کے لیے بہتر ہوتی اور موقع کی بات تھی۔۔۔"

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ کہ اگر یہ سیدھے چلتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ کیا فائدہ ہوتا؟

یہود کو جنّت مل جاتی۔ اللہ کے نبیؐ کے ہوتے ہوئے دین پھیل جاتا، اللہ نے صحابہ کرامؓ سے دین کا کام لینا تھا۔ صحابہ کرامؓ جیسے لوگ کوششوں اور محنت سے تیار ہوتے ہیں۔

اینٹ تب ہی پکّی ہوتی ہے جب آگ میں جلائی جائے۔ کچّا پھل درخت سے گِر جاتا ہے۔ اُحد میں اللہ کے نبیؐ کی وفات کی خبر پھیلا کر لوگوں پر ظاہر کر دیا گیا کہ ایک دِن اس نبیؐ نے جانا ہے۔

بچّوں کی اگر اچھی تربیت ہو تو پھر بچے مشکل سے نپٹ لیتے ہیں۔

یہود تو کنوئیں کے پاس سے پیاسے آگئے۔ اللہ کے نبیؐ کا دِل ان کے لئے تڑپتا تھا۔

۔۔۔ مگر اُن کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لاویں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی۔ (۴۶)

یہاں کفر انکار اور ناشکری کے معنی میں ہے۔ یہود نے اللہ کے نبیؐ کی ناقدری کی۔ خود اپنی بڑائی میں پڑے رہے۔ خیر کی دعوت جتنی بھی عام کر دی جائے صرف کم لوگ ہی مانیں گے۔

روکنے والے کا نصیب خراب ہو جاتا ہے۔

ہمارے لئے سبق کہ کبھی خیر اور نیکی کے کام میں رکاوٹ نہ بنیں۔ آگے بڑھ کر مدد کریں لیکن اپنی بڑائی، فخر یا غرور کی وجہ سے نیکی کے کام کو رُکنے نہ دیں۔

سیدھے رہیں۔ اللہ کا دین پیش کرتے رہیں۔

سوال: اگر گھر سے باہر جائیں نماز پڑھنی ہو لیکن پانی نہ ملے یا وضو میں مشکل ہو تو کیا کریں؟

گھر سے باوضو نکلیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو نماز کے وقت میں باہر نہ نکلیں۔ ورنہ کوشش کریں کہ وضو باہر ہی کر لیں۔ اور مناسب جگہ دیکھ کر نماز باہر ہی پڑھ لیں۔

سوال: اگر مٹی اور گرد و غبار میں اچھے جراثیم ہیں تو کیا بچوں کے فیڈر کو دھونے کے لئے احتیاطی تدابیر نہ کی جائیں؟

پاکیزگی اور صفائی ہمارے دین کا حصّہ ہے۔ احتیاط لازم ہے لیکن غیر ضروری طور پر ہر وقت دھوتے ہی نہ رہیں۔ اور یہ بھی کہ اگر بچّے کو عادت ڈالی دی ہے تو اُسی پر عمل کرتے رہیں۔ کیونکہ اُس کا جسم اب ان باتوں کو عادی ہو گیا ہے۔